هماری زبان

انجمن ترقیِ اُردو (ہند) علیگڈھ کا پندرہ روزہ اخبار

قیمت فی پرچہ، دو آنہ — چندہ، سالانہ دو روپیہ

جلد ۸ | یکم مارچ سنہ ۱۹۵۰ء | ایڈیٹر- قاضی عبدالغفار | ۱۱ جمادی الاول ۱۳۶۹ ہجری | نمبر ۵

کچھ اپنی باتیں

کچھ عجیب عجیب بولیاں

گذشتہ فروری میں آتر پردیش (یعنی U. P.) کی لیجسلیٹو اسمبلی (یعنی ودھان سبھا) کے جو جلسے ہوئے وہاں زبان کے معاملہ میں کچھ عجیب عجیب بولیاں بولی گئیں - بات میں بات اس طرح پیدا ہوئی کہ بعض ممبروں نے یہہ اعتراض کیا کہ نئے دستور (یعنی سمودھان) کے تحت انہیں علاوہ ہندی کے انگریزی میں بھی بولنے کا حق حاصل ہونا چاہئے - لیکن یہاں معاملے ہی سے یہہ حکم ہو چکا تھا کہ قانون کے تمام مسودے اور رزولیوشن (یعنی سنکلپ) صرف ہندی میں پیش ہونگے اور تمام تقریریں صرف ہندی میں ہونگی - انگریزی کے لئے جو گنجایش نئے دستور نے پیدا کر دی ہے وہ اب آتر پردیش کے کانگریسی نیتاؤں کو گوارا نہ تھی - غرض بہت سی جھک جھک کے بعد نئے دستور کے مطابق ایک نیا قانون پیش ہوا اور منظور ہو گیا اور اس طرح دستور کا وہ پھاٹک بند کیا گیا جس سے انگریزی گھسی آ رہی تھی - اس تمام بحث اور لے دے میں سب سے معقول تقریر بڑے منتری (یعنی وزیر اعظم) نے بھی کی تھی - انہوں نے کہا کہ تمام قانونی مسودے تو آیندہ ہندی ہی میں پیش ہونگے مگر اُن لوگوں کے لئے جو ہندی نہیں جانتے انگریزی کا ترجمہ بھی مہیا کیا جائیگا - سب سے زیادہ معقول اور سمجھہ میں آنے والی بات اُنہوں نے یہہ کہی کہ "قانون کو ایسی زبان کے سانچہ میں ڈھالنا چاہئے جو صوبہ کے تمام باشندوں اور تین کروڑ ووٹروں کی سمجھہ میں آئے - قانونی مسودوں کی زبان جہاں تک سادہ ہو سکے ہونا چاہئے - وہ ٹھوس ہو صاف ہو اور آسان ہو - اس بات میں غلط فہمی کی کوئی گنجایش نہیں"-

ہندی زبان کے متعلق اُنہوں نے کہا کہ:-

"میں چاہتا ہوں کہ ہندی کے دروازے کھلے رہیں اور وہ کھلی آب و ہوا میں سانس لیکر طاقت حاصل کرے اور اُن زبانوں کو طاقت پہنچائے جو اُس سے سانس لیکر پروان چڑھتی ہیں"-

اُنہوں یہہ بھی فرمایا کہ:-

"میں ہندی کو ایک وسیع زبان سمجھتا ہوں جس کے اندر اُردو بھی آتی ہے اور ہندی کی ترقی کا مطلب میرے نزدیک اُس زبان کی ترقی ہے جو اس صوبہ میں عام طور پر بولی اور سمجھی جاتی ہے"-

پھر انہوں نے یہہ بھی کہا کہ:-

"میں اُردو کا ہرگز مخالف نہیں اور اوس کی ترقی کو صدق دل سے پسند کرتا ہوں......... اردو کے لئے جو ہمارے ہی ملک کی زبان ہے ہماری حکومت دشمنی کا جذبہ نہیں رکھہ سکتی ہے"۔

صوبہ کے بڑے منتری کی یہہ بات اون کی شان کے شایان تھی۔ لیکن ہمیں اندیشہ ہے کہ اون کا یہہ خیال کہ اس بات میں غلط فہمی کی کوئی گنجایش نہیں کہیں غلط ثابت نہ ہو جائے۔ کسی بھی قانون یا رزولیوشن کو اُٹھا کر دیکھئے اوس کی ہندی کو ضرورت سے زیادہ "ٹھوس" تو شاید کہا جا سکے لیکن "صاف اور آسان" تو نہیں کہا جا سکتا۔ کتنی ہی کھینچ تان کیجئے "صاف" اور "آسان" کی تعریف میں وہ زبان تو نہیں آتی جس پر اب ہندی کا لیبل لگایا گیا ہے۔ جس طرح ایک کانگریسی ممبر نے اپنی تقریر میں صاف صاف کہا کہ "ملک میں کوئی زبان جسے ہندستانی کہا جا سکے موجود نہیں" اور یہہ کہکر اس بات کو اپنے دل اور دماغ سے اچھی طرح دھو ڈالا کہ کسی زمانہ میں ایک "دیس پتا" نے "ہندستانی" زبان کا پرچار کیا تھا اور اس بحث پر سینکڑوں صفحے کالے کئے تھے اور سب نے اوس کی بات کو مانا تھا۔ اسی طرح کیا تعجب ہے اگر پنتھ جی کی دیش سیوا کا احترام کرنے والے لوگ صاف صاف کہیں کہ "صاف" اور "آسان" کی شرط اور یہہ شرط کہ جدید ہندی کروڑوں باشندوں کی سمجھہ میں آجائے کچھہ ایسی ہی بات ہے جیسے گاندھی جی کی "ہندستانی" والی بات۔ یہہ گاندھی جی کا نام لینے والے دیس سیوک اگلے وقتوں کے چند لوگ، بھلا یہہ کیا سمجھیں کہ زبان کا "صاف" اور آسان ہونا کیا ضرور ہے، اور کیا ضرور ہے کہ کروڑوں کی آبادی اُسے سمجھے؛ یہہ تو حکومت کے حکم کی بات ہے۔ آسان ہو یا مشکل زبان تو وہی چلیگی جسے حکومت کے زور سے چلایا جائیگا۔ ہم جیسے کم عقل لوگ لاکھہ کہیں کہ دنیا کی زبانوں کی تاریخ میں کہیں ایک مثال بھی ایسی نہیں ملتی کہ صرف حکومت کے زور سے کوئی نئی زبان عوامی زبان بن گئی ہو تو ایسوں کی بات کون سنیگا۔

ہر بات جو جدید ہندی کے خلاف کہی جائے فرقہ وارانہ تعصب پر مبنی بتائی جاتی ہے، حالانکہ اس قسم کے تعصب کا کوئی موقعہ باقی نہیں۔ ہم نے جمہوریت کو قبول کیا، جمہوریت نے ملک کے عوام کی زبان کا نام ہندی رکھا تو پھر اُردو یا ہندستانی کا کوئی جھگڑا ہی کیا باقی رہا۔ مگر اب جو جمہوریت کا نام لینے والوں نے نیا شگوفہ کھلایا ہے وہ تو عوامی ہندی اور جدید اور مصنوعی ہندی کی بحث ہے۔ اب تو اُردو والوں اور ہندستانی والوں کو بھی اردو اور ہندستانی کے بجائے عوامی ہندی کی حفاظت کرنے کے لئے ہاتھہ پانوں مارنے ہونگے۔ اردو کی طرح جس ہندی کو اب دیس نکالا مل رہا ہے اُس کا بڑا قصور بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ اُسے مہاتما جی کی سرپرستی حاصل تھی! ملک کے نئے راجاؤں کا کہنا یہہ ہے کہ جب مہاتما جی رخصت ہو گئے تو اُنکی سرپرستیوں کا کیا ذکر۔ زبان کا مسئلہ تو رہا الگ، بہت سے دوسرے معاملوں میں بھی مہاتماجی کا نام ہی نام باقی ہے، اُن کا کام تو سب اس راجائی کے سیلاب میں بہا جا رہا ہے!!

بہر حال پنتھ جی کی زبان سے وہی بات نکلی جو دیس پتا کی زبان سے نکلا کرتی تھی، لیکن شبہہ ہمکو اس میں ہے کہ جس طرح دیس پتا کی باتیں بھلائی جارہی ہیں کہیں اُسی طرح اُتر پردیش کے بڑے منتری کی باتوں کو بھی ہوا کے جھونکے اُڑا نہ لے جائیں۔

مولانا حسرت موہانی کو بہت غصہ آیا تو اُنہوں نے یہہ دھمکی دی کہ یہہ معاملہ ہندستان کی سپریم کورٹ (یعنی آکاتاما) اور یو-این-او کے سامنے لیجایا جائیگا۔ ایسی جذباتی باتیں نہ ادھر

ہیں نہ اُدھر – یہہ معاملہ نہ تو سپریم کورٹ کے فیصلہ کا محتاج ہے اور نہ یو۔این۔او سے فریاد کرنے کی ضرورت ہے۔اس معاملہ کی سپریم کورٹ تو عوام کی رائے ہے – وہی فیصلہ دیگی اور جو وہ فیصلہ دیگی وہی حکومت کو بھی ماننا پڑیگا – اُردو ہندی کا جھگڑا ہوتا تو ممکن ہے کہ وہ فرقہ پرستی کے رنگ میں رنگ دیا جاتا، مگر معاملہ اب عوامی ہندی اور مصنوعی ہندی کے درمیان ہے۔ایک طرف کروڑوں عوام ہیں جنکی بیسوں نسلیں ہندی بولتی رہی ہیں اور دوسری طرف بڑے بڑے پنڈت گیانی اور نیتا ہیں۔ ہمارے ملک کی نئی جمہوریت میں یہہ پہلا مقابلہ جمہوریت اور سیاسی فرقہ بندی کا ہے اور ہمیں تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ جیت کسکی ہوگی۔

ایک کانگریسی ممبر صاحب نے زبان کی تاریخ سے اپنی واقفیت کا ثبوت دینے کے لئے فرمایا کہ جب سنسکرت اکثر ملکی زبانوں کی ماں ہے تو پھر ہندی میں سنسکرت کے الفاظ پر اعتراض کرنا بے معنی ہے۔ **مگر اعتراض یہہ نہیں ہے کہ ہندی میں سنسکرت کے شبد کیوں ہوں، اعتراض تو یہہ ہے کہ سنسکرت میں ہندی کے چند لفظ ملاکر اسے ہندی کیوں کہا جائے –** کانسٹی ٹیوٹ ایسمبلی (یعنی سموِدھانا سبھا) اگر صاف صاف سنسکرت کو سرکاری زبان قرار دیتی تو کیا ہم اُس کو نہ مانتے؟ مانتے، لیکن شکایت تو یہہ ہے کہ ٹھیٹ سنسکرت کو ہندی بناکر انکھوں میں دھول ڈالی جارہی ہے، یہہ قصور نہ تو کانسٹی ٹیوٹ ایسمبلی کا ہے نہ اُس کے عہدہ داروں کا بلکہ یہہ شعبدہ بازی بعض وہ لوگ کررہے ہیں جنکے سپرد سرکاری زبان کی تعمیر اور ترقی کا کام ہوا ہے – یہہ دوست اہل ملک کا قیمتی وقت اور حکومت کا کثیر روپیہ ضایع کررہے ہیں لیکن آخر تو اُنہیں اون کروڑوں عوام کے فیصلہ کے سامنے سر جھکانا ہی ہوگا جنکی سات پشتوں نے ہندی بولی ہے۔وہی آج بھی آنکی زبان ہے۔اگر سرکاری لغتوں اور فرہنگوں کو چھاپ کر تقسیم کردینے سے کسی ملک میں کوئی مصنوعی زبان رائج ہوسکتی ہے تو آج انگلستان میں رومن زبان اسپین میں عربی اور ہندستان میں مغلوں کی فارسی رائج ہوتی۔لیکن قوموں کے مزاج کے مطابق جو زبانیں خود بخود بنتی ہیں وہی عام رائے کی سند حاصل کرتی ہیں۔ایسی باتیں اس وقت تو بہت سے دوستوں کو کڑوی معلوم ہونگی، لیکن کیا کیجئے کہ جب زندگی کی حقیقتوں اور سچائیوں کا ذکر آتا ہے تو سب باتیں میٹھی ہی نہیں ہوسکتیں۔

سر عبدالقادر مرحوم

آردو ادب کی تعمیر اور ترقی کا ایک بڑا نشان گر گیا – سر عبدالقادر مرحوم آردو کے دور جدید کے معماروں میں اپنا ایک خاص مقام رکھتے تھے اور صرف یہی نہیں بلکہ شخصی حیثیت سے بھی وہ ہمارے کلچر اور اخلاق کی ایک بہت ہی دلنواز یادگار تھے – ایک زمانہ وہ تھا کہ ملک کے ادبی رسایل میں لاہور کا رسالہ مخزن آردو ادب کا سب سے بڑا علمدار سمجھا جاتا تھا، پھر رفتہ رفتہ خود شیخ صاحب کی شخصیت کلچرل اور ادبی حیثیت سے نمایاں ہونے لگی اور اون کی بخشگی کا زمانہ تو وہ تھا کہ جہاں بیٹھہ گئے بجائے خود ادب اور تہذیب کی ایک انجمن بن گئے – افسوس ہے کہ اب اس رنگ ڈھنگ کی شخصیتیں جو اپنے اندر ایک مخصوص کشش رکھتی تھیں تقریباً ناپید ہوتی جاتی ہیں۔ شیخ صاحب کی وفات بلاشبہ آردو ادب کی دنیا کے لئے ایک ناقابل تلافی نقصان ہے – اس سے بھی زیادہ ان کی وفات گویا انسانیت کی محفل میں قدیم تہذیب و اخلاق اور قدیم کلچر کی ایک روشن شمع کا گل ہوجانا ہے۔

صوبہ کی اردو صحافت

اخبار "ہماری آواز" کانپور کے اڈیٹر اور اون کے بعض دوسرے ہم خیال دوستوں نے یہہ تحریک شروع کی ہے کہ صوبہ میں اردو اخبار نویسوں کی ایک مجلس قایم کی جائے - ہم اس تحریک کی تفصیلات پر فی الوقت بحث نہیں کرتے لیکن اس تحریک کو بہت ضروری سمجھتے ہیں اور اوسکی پوری تائید کرتے ہیں - اردو اخبار نویسی کا اردو زبان کے مسئلہ سے چولی دامن کا ساتھہ ہے اور حقیقت یہہ ہے کہ اردو زبان کی اخبار نویسی زبان کے مسئلہ میں بڑا کام کر سکتی ہے - اس وقت جب ضرورت ہے کہ صوبہ کی اس مشترک اور عوامی زبان کی ترقی اور تحفظ کی تمام ممکنہ تدبیرین اختیار کی جائیں اگر اردو اخبار نویسی کا سنگٹھن بھی مظبوط ہو جائے تو ہماری پوری تحریک کو طاقت حاصل ہوگی - جہاں تک ہمیں معلوم ہے صوبہ میں اس قسم کے اور بھی ایک دو حلقے ہیں لیکن کبھی چند جلسوں کے علاوہ کوئی ٹھوس کام نہیں ہوا ہے - اب ساری قوتوں کو ایک مرکز پر متحد ہو جانا چاہئے - یہی اس کام میں کامیابی کی پہلی شرط ہے -

فن اور پیشہ کے اخلاق کے اعتبار سے بھی اردو اخبار نویسی کا معیار بلند کرنا حد درجہ ضروری ہے اور یہہ بھی اسی وقت ممکن ہے جب اردو صحافت کا ایک مضبوط مرکز قایم ہو جایے -

---

ایک ضروری کام

سماجی تعلیم کی تحریک کا آغاز کرنے کے لئے ۲۰ فروری کو صدر دفتر ایجوکیشنل کانفرنس میں ایک جلسہ زیر صدارت پروفیسر حبیب الرحمان صاحب پرنسپل ٹریننگ کالج مسلم یونیورسٹی منعقد ہوا اور اوس میں طے پایا کہ تعلیم کا کام فوراً شروع کر دیا جائے - چنانچہ اوسی دن سے کلاس کھول دی گئی - رات کو ساڑھے آٹھہ بجے کانفرنس کے دفتر میں قرب و جوار کے بالغان کو تعلیم دی جاتی ہے - یہہ ایک ضروری اور مفید کام ہے اور وقت کے تقاضوں کا جواب ہے - ہمیں خوشی ہے کہ کانفرنس نے یہہ کام شروع کر دیا - انجمن اس کام میں کانفرنس کا ہاتھہ بٹائیگی اور ہمیں امید ہے کہ دوسرے مقامات پر بھی ہماری شاخیں اس تحریک کی تقلید کرینگی -

---

کچھہ ہلکے ہلکے اشارے

ہندی زبان کو لازمی کرنے کے لئے ایک مسودہ قانون پیش کرتے ہوئے اتر پردیش کے بڑے منتری نے کہا کہ :-

ہندی دیو ناگری خط میں (امکہا) کی لنگوا فرینکا (انترک بھاشا) قرار دی گئی ہے -

ہم نے پہلے تو انگریزی زبان کی بہترین ڈکشنریاں دیکھیں جن میں لنگوا فرنیکا کے معنے یہہ لکھے ہیں کہ :-

"ایک ملی جلی زبان، ایک بین الاقوامی زبان - مختلف زبانوں سے مرکب بولی جو زمانہ قدیم میں رائج تھی" وغیرہ وغیرہ -

پھر ہم نے اپنے دیس کے دستور (سمودھانا) کی ان دفعات کو پڑھا جو زبان کے متعلق ہیں - وہاں یہہ لکھا ہے -

"یونین کی **سرکاری** زبان، دیو ناگری خط میں ہندی ہو گئی"

اب ہم ٹھنڈے دل سے اس مقدمہ پر غور کر رہے ہیں کہ کیا محض "سرکاری زبان" خود بخود "لنگوا فرینکا" ہو جایا کرتی ہے - کسی ایسی ترکیب سے جیسے

کھل جا سم سم !

یا اب "لنگوا فرینکا" کے صرف یہی معنے رہ گئے ہیں کہ جس زبان کے متعلق یہہ حکم ہو جائے کہ یہہ "لنگوا فرینکا" ہے، وہ چھو منتر کے زور سے "لنگوا فرینکا" بن جائے ! ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کی تاریخ لسانیات از سر نو لکھنی پڑیگی !!

معاصر ''قومی آواز'' اپنے ایک اداریہ میں لکھتا ہے کہ:-

''ایک طرف ان باتوں کو دیکھئے اور دوسری طرف اس اسپرٹ کو دیکھئے کہ جس سے ہندی مسلمانوں پر نازل کی جا رہی ہے۔ اس اسپرٹ کا کچھ اندازہ شریمتی سروجنی دیوی کے اوس مضمون سے ہوتا ہے جو نیا ہند نومبر سنہ ۱۹۴۹ع میں شائع ہوا ہے۔ اس میں وہ لکھتی ہیں کہ دسہرہ کے جلوس میں چوکیاں جو نکلتی ہیں اون میں دو چوکیاں ہندی کی بھی تھیں۔ ایک چوکی پر ایک شخص ٹنڈن جی کا روپ دھارن کئے بیٹھا اور دوسری پر ایک چھوٹا سا لڑکا ہندی سکھانے والا بنا بیٹھا تھا۔ اوس کے سر پر گاندھی ٹوپی تھی۔ اوس کا شاگرد ایک ادھیڑ عمر کا ڈاڑھی والا مسلمان تھا جس کی تختی پر ہندی حروف ''کھا'' ''گا'' لکھے ہوئے تھے۔ استاد رہ رہ کو شاگرد کے کان اینٹھ رہا تھا اور چپت بازی بھی کر رہا تھا۔ شاگرد کے پیچھے ایک باوردی پولس والا بندوق لئے کھڑا تھا ...... یہہ چوکی کتنی گندی اور خطرناک بھاونا پھیلا رہی تھی۔ یہہ آسانی سے سمجھا جا سکتا ہے کہ اگر ہندی سکھانے کے لئے پولس کی بندوقوں کا سہارا لیا گیا تو ہم مجبور ہوکر اوسے ہندی سامراجیہ واد ہندی فاشزم کہینگے...... ...''

مگر یہہ سب سنہ ۱۹۴۹ع کی پورانی باتیں ہیں۔ اب تو ہمارا ایمان یہہ ہے کہ جس جمہوریت کی گود میں راج رشیوں کا فاشزم پرورش نہ پائے وہ جمہوریت ہی کیا!

دہلی کے لال قلعہ میں جشن جمہوریت منایا گیا اور اس سلسلہ میں ایک مشاعرہ بھی ہوا۔ مشاعرہ میں بعض چوٹی کے شعرا بھی شریک تھے۔ لیکن ریڈیو کے سننے والوں کو اگر پہلے سے یہہ معلوم نہ ہوتا کہ یہہ ''جشن جمہوریت'' کا مشاعرہ ہے تو وہ اسے کسی مدرسہ یا کالج کی بزم ادب کا مشاعرہ سمجھتے۔ اس مشاعرہ میں اور تو سب کچھ تھا مگر نہ تو ''جشن'' تھا اور نہ ''جمہوریت'' تھی۔ سوائے اس بات کے کہ پنڈت جواہر لال باوجود اپنی مصروفیت کے اس میں شرکت کرنے آئے۔ لال قلعہ کی دیواروں نے جشن تو بہت دیکھے تھے مگر جمہوریت کی آوازیں کبھی پہلے نہ سنی تھیں!

...... ایک دو کے سوا شعرائے کرام نہ تو کسی زلف وکاکل میں یہہ تاب وتنگ اور نہ کسی عارض تاباں میں یہہ تابندگی پیدا کرسکے! اس اعتبار سے مشاعرہ پھسپھسا تھا! معلوم ہوتا ہے کہ شعر اور زندگی کو الگ الگ رکھنے کے معاملہ میں پوری احتیاط کی گئی تھی! عجیب تر بات یہہ تھی کہ اس ''جشن'' کے آخری اجلاس میں ایک ایسی خاتون سے مسند صدارت مزین ہوئی جنکا کوئی مقام کم از کم ہندستان کے کسی ''جشن'' میں ہمارے وہم وگمان سے باہر ہے! جو کلام پڑھا گیا اس کا بیشتر حصہ تو ایسا تھا کہ اس سے تو زیادہ ان پیامات میں زیادہ جان تھی جو جشن کے لئے وصول ہوئے تھے۔ مولانا ابوالکلام آزاد نے اپنے پیام میں فرمایا تھا کہ ''ہم آزادی کی خوشی منارہے ہیں مگر ہمیں یہہ نہیں بھولنا چاہئے کہ آزادی اپنے ساتھ ذمہ داریاں بھی لاتی ہے اور ہمارا فرض ہے کہ ان ذمہ داریوں کا سچا احساس اپنے اندر پیدا کریں، ہم نے آزادی کی راہ میں قربانیاں کی تھیں مگر آج آزادی کو کام میں لانے کے لئے ان سے زیادہ قربانیوں کی ضرورت ہے''۔

مسٹر آصف علی نے لکھا تھا:-

''اتنی فرصت کہاں کہ کوئی نئی بات پیدا کروں، ہاں روا روی میں ایک شعر نظم کی زبان پر آگیا ہے جو شاید آپ کی کتاب جشن کے سرورق کے لئے موزوں ہو۔

یہہ جشن جم نہیں جمہوریت کی محفل ہے
ہزاروں سال میں پہونچے جہاں وہ منزل ہے''

اور ابھی تو اس منزل کے آگے بھی ایک منزل ہے!

کیوں اور کیا؟

ڈاکٹر تارا چند کے ایک پورانے مضمون کے چند ٹکڑوں کا ترجمہ ہم اس لئے پیش کرتے ہیں کہ زبان کے مسئلہ کے ایک بڑے جانکار اور ماہر کے خیالات پر ہمارے پڑھنے والے بھی غور کریں۔

....بعض کوشوں میں یہہ بحث اٹھائی گئی ہے کہ "ہندستانی" زبان درحقیقت کوئی زبان نہیں ۔ زبان یا تو اردو ہے یا ہندی ہے۔ وہ وقت بھی شاید دور نہیں جب کہا جائیگا کہ ہندی بھی کوئی زبان نہیں، صحیح نام تو صرف سنسکرت ہے! ہم زبان کے جھگڑے میں الجھنا نہیں چاہتے ۔ لیکن اتنا تو ضرور چاہتے ہیں کہ اس معاملہ کے علمی اور تاریخی پہلو سامنے رکھے جائیں تاکہ وہ اس زمانہ کی سیاسی بحثوں میں گم نہ ہونے پائیں ۔

"زبان "ہندستانی" کا اصطلاحی نام وجہی (سنہ ۱۶۳۵) کی تحریروں میں اور عبدالحمید لاہوری کے "بادشاہ نامہ" (سنہ ۱۶۵۰) میں آتا ہے ۔ اس طرح سولہویں اور سترہویں صدی میں یہہ نام کافی مشہور تھا اور اس کو ان یوروپین سیاحوں نے بھی اختیار کرلیا تھا جو اس زمانہ میں ہندستان آئے ۔ ڈیری (سنہ ۱۶۱۶) اور فرایر (سنہ ۱۶۷۳) نے اسے Indostan لکھا Amadozzi ایک فرہنگ کا ذکر کرتا ہے جس کا نام وہ ....Lingu بتاتا ہے ۔ (سنہ ۱۷۰۴) ۔ اور Ketelaer نے سنہ ۱۷۱۰ کے قریب Lingua Indostanica کی پہلی قواعد اور کوش لکھی ۔ "ہندستانی" نام اٹھارویں صدی میں زیادہ رائج ہوا ۔ جب میر امن نے "باغ و بہار" لکھی تو اس نے ٹھیٹ "ہندستانی" لکھنے کا ارادہ کیا ۔ اسی نام کو گلکرسٹ نے اپنی ڈکشنری (Angrezi-Hindustani Dictionary) میں شریک کیا ۔ اور گارساں دی تاسی نے پیرس میں جب لکچر دیا تو "ہندوی" اور ہندستانی" کا استعمال کیا ۔ یہہ نام (ہندستانی) کھڑی بولی کے لئے استعمال ہوتا رہا ہے ۔ اسی نام کے بہت سے لکھنے والوں نے اس کو "اردو" کے اور بہت سوں نے "جدید ہندی" کے معنوں میں برتا ہے۔ گریرسن نے جو تعریف کی ہے اسے یہاں معاملہ کو زیادہ صاف کرنے کے لئے نقل کیا جاسکتا ہے ....

"دراصل "ہندستانی" گنگا کے بالائی دوابے کی زبان ہے اور ہندستان کی ملکی زبان بھی ہے جو فارسی اور دیوناگری دونوں لکھاوٹوں میں زبان کی "پاکی" کا لحاظ کئے بغیر اور فارسی یا سنسکرت کے زیادہ لفظوں کو شامل کرنے سے پرہیز کرکے لکھی جاسکتی ہے"۔ لہذا اردو کا نام ہندوستانی زبان کے اوس ڈھنگ کا نام ہوسکتا ہے جس میں فارسی کے شبد زیادہ ہوں .... اسی طرح ہندی کو "ہندستانی" کا وہ روپ سمجھا جا سکتا ہے جس میں سنسکرت کے لفظ زیادہ ملے ہوئے ہوں ۔ اس "ہندستانی" کوئی نیا گڑھا ہوا نام نہیں ہے جسے ہندی اور اردو کے ناموں کا بدل بنایا گیا ہو بلکہ وہ ایک مانا ہوا اور مشہور نام ایسی بولی کا ہے جو دو الگ الگ روپوں کی (ہندی اور اردو) جڑ ہے۔

نام کے متعلق اس غلط فہمی نے خاص زبان کے متعلق بھی دھوکہ میں ڈال دیا ہے ۔ ایسے لوگ بھی جو زبان اور ادب کے مورخ سمجھے جاتے ہیں ہندی اردو اور ہندستانی کی اصل کے متعلق غلطیوں میں پھنس گئے ہیں ۔ ان غلطیوں کا کارن یا تو ادب سے اوس کے الگ الگ روپوں میں ناواقف ہونا ہے یا یہہ ہے کہ لفظ "ہندی" کے اوس اصل معنے کو خلط ملط کر دیا ہے جسکا ذکر اوپر کیا گیا ہے ۔ جب بعض لوگ ہندی کی ترقی کے متعلق بات چیت کرتے ہیں تو وہ اس اصل بات کو نہیں دیکھتے کہ ہندی زبان کی تاریخ ایسی زبانوں کی تاریخ سے بالکل الگ ہے جس میں کہ راجستھانی برج بھاشا اور اودھی ہیں اور وہ اس بات کو بھی نہیں دیکھتے کہ ہندی اور اردو کی تاریخ بہت کچھہ ملی جلی ہے ۔ بعض حال کے ہندی لکھنے والوں نے جدید ہندی کی اصل کے متعلق اس بات کو نہیں مانا ہے اور شکایت کی ہے کہ یہہ بات ٹھیک نہیں مگر مجھے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جدید ہندی (سنسکرت ملی ہوئی ہندی) کی اصل اور ترقی کو اگر جذبات سے بچکر دیکھا جائے تو صرف ایک ہی نتیجہ نکلتا ہے کہ اس زبان کی عمر صرف ۱۲۵ سال ہے اور شاید اتنی بھی نہیں ...... کسی شخص کے دل میں یہہ شبہ نہ ہونا چاہئے کہ ان تینوں ناموں کا مطلب ایک ہی زبان نہیں ہے ۔ ...."

قومی ترانہ

بنگلور کے مولوی فیاض صاحب نے قومی ترانہ "جنا گنا منا" کا صاف اور سادہ ہندی میں ترجمہ کرنے کی ایک کامیاب کوشش کی ہے جو حسب ذیل ہے:-

جئے ہو تیری ہندوستان

تو ہے پیارا ملک ہمارا
تجھ پر ہم ہیں دل سے کربکے
تیری عظمت و ندھیا ہمالہ
تیری (۲) دھرتی صندل والی
بدھ ۔ ہندو مسلم عیسائی
ہاتھ میں اپنے رکھتے ہیں یہ
سکھ، شانتی کے درشن ہر سو
تجھ میں گرنتھ اور تجھ میں
آزادی کے میٹھے سپنے
سینتالیس کی پندرہ اگست کو
سکھی رہے سب تیری جنتا (۴)
رہے جھکتا سر پر تیرے
ہے یہ ترنگی جھنڈا ہمارا
ہر دم اس کو اونچا رکھیں گے
دیس کی اپنے سیوا کرنا
وقت پڑے پر اس پہ کرینگے

تو ہے ہماری مان (۱)　　(۱) عزت
تن من دھن قربان　　جئے ہو تیری ہندوستان
تیری دولت جمنا گنگا　　(۲) زمین
تو ہے سونے کی کان　　جئے ہو تیری ہندوستان
پارسی سکھ ہیں بھائی بھائی　　(۳) اتفاق
(۳) یکتا کا آرجن بان　　جئے ہو تیری ہندوستان
گیان کی شمعیں روشن ہر سو
تجھ میں بائبل تجھ میں قرآن　　جئے ہو تیری ہندوستان
مدت سے ہم دیکھ رہے تھے
پورا ہوا! یہ ارمان　　جئے ہو تیری ہندوستان
دور ہوا اس سے بھوک اور چنتا (۵)　　(۴) لوگ (۵) فکر
جوانی کا چندر مان　　جئے ہو تیری ہندوستان
شان ہماری ۔ ڈنڈا ہمارا　　(۶) قربانی
دے کر اپنا بلیدان (۶)　　جئے ہو تیری ہندوستان
فرض ہے فیاض اپنا اپنا
تن من دھن قربان　　جئے ہو تیری ہندوستان

ہمارے احباب

برہان پور سے بیس احباب کا سالانہ چندہ حافظ محمد یوسف خان صاحب کنوینر انجمن ترقی اردو برہان پور نے بھیجا ہے اور اپنے حلقۂ اثر میں ہماری زبان کی اشاعت کا کام نہایت مستعدی اور دلی لگاؤ کے ساتھ کر رہے ہیں ۔

بستی سے اردو زبان کے دیرینہ مخلص جناب قاضی محمد عدیل عباسی صاحب ایم-ایل-اے برابر خریداروں کے چندے بھجوا رہے ہیں ۔

بنارس سے انیس صاحب نے اپنے احباب کا چندہ بھیجا ہے ۔

ناگ پور سے شاکر صاحب اورنگ آبادی نے خریداروں کے چندے مرحمت فرمائے ہیں ۔

بہرائچ کے مداح نگار شاعر جناب شوق نے خریداروں کی فراہمی میں حصہ لیا ہے ۔

مونگیر سے جناب رشید احمد صاحب مولائی بی-اے (علیگ) اپنے احباب کے چندے بھیج رہے ہیں ۔

کلکتہ میں جناب علی احمد صاحب صدیقی خریداروں کی فراہمی میں مصروف ہیں ۔

بنارس میں عبدالحمید صاحب رجبی اپنے احباب میں ہماری زبان کا کام کر رہے ہیں ۔

حیدراباد کے حامیان اردو میں سید دلدار حسین صاحب بڑی سرگرمی سے اشاعت بڑھانے کی کوشش کر رہے ہیں ۔

مالی گاوں سے قمر صاحب نے کئی صاحبوں کے چندے بھجوائے ہیں ۔

کانپور سے منت اللہ صاحب مالک اپر انڈیا ٹیزی نے اپنے حلقے سے خاص خاص لوگوں کے چندے بھیجے ہیں ۔ موصوف بڑے مخلص کام کرنے والے ہیں امید ہے کہ انجمن فنڈ کے لئے بھی کانپور میں کام شروع کر دیں گے ۔

کچھ دوسروں کی باتیں

ضلع اعظم گڈھ

انجمن ترقی ادب مؤناتھ بھنجن کا جلسہ عام ۹ فروری کو ہوا جس میں جناب امرناتھ سری واستو صاحب (ا ُ صدر) شبیر احمد انصاری صاحب سکریٹری اور انوار الحق صاحب ایم۔ اے۔ خازن چنے گئے ۔ ماسٹر رام کمار سنگھ صاحب اور دیگر حضرات مجلس عاملہ کے رکن چنے گئے ۔ ۱۲ فروری کو انجمن کا ادبی جلسہ ہوا جس میں بہت سے شعرا اور ادیبوں نے حصہ لیا ۔

علیگڈھ

”سماجی تعلیم“ کے سلسلہ میں تیسرا جلسہ زیر صدارت صاحبزادہ ممتازعلی خاں صاحب شیروانی صدر دفتر کانفرنس میں ہوا ۔ پروفیسر حبیب الرحمن صاحب اور سید الطاف علی صاحب نے تعلیم بالغان کے متعلق تقریریں کیں ۔ تعلیم بالغان کا یہ مرکز اپنے حلقہ میں روز افزوں اثر کے ساتھ کام کر رہا ہے ۔

ایلچ پور

میں بزم ترقی آردو کے جلسے آردو کی حمایت میں ہوتے رہے ہیں ۔ اب شبینہ مدارس قایم کرنے کا سلسلہ شروع ہو رہا ہے اور جناب رشید صاحب اوس کا انتظام کر رہے ہیں ۔

برہان پور

۱۳ فروری کو میاں مخدوم صاحب جاگیردار داہم صاحب نے اپنے مکان پر اراکین انجمن ترقی آردو اور دیگر شعرا کو مدعو کیا ۔ محفل میں متعدد شعرا نے اپنا کلام سنایا ۔ حافظ محمد یوسف خاں صاحب کنوینر انجمن ترقی آردو نے صدارت کے فرایض انجام دئے ۔

لکھنؤ

”غالب“ کی برسی کے موقعہ پر ۱۶ فروری کو آل احمد سرور صاحب کا لکھا ہوا ایک آردو فیچر لکھنؤ کے ریڈیو سے نشر کیا گیا جس کا عنوان تھا ”پوچھتے ہیں وہ کہ غالب کون ہے“۔

انجمن ترقی ادب لکھنؤ کا ایک مشاعرہ ۳ فروری کو محلہ خیالی گنج میں فرحت صاحب لکھنوی کے مکان پر منعقد ہوگا ۔

انجمن بہار ادب لکھنؤ کا ایک مشاعرہ ۱۱ فروری کو طبیہ کالج کی عمارت میں منعقد ہوا ۔

لکھنؤ کے ترقی پسند مصنفین نے اپنے جلسہ میں شاعر نیاز حیدر کی گرفتاری کے خلاف احتجاج کیا اور مطالبہ کیا کہ دو اور شاعروں کیفی اعظمی اور مجروح سلطانپوری کے خلاف جو وارنٹ جاری ہوئے ہیں آنہیں منسوخ کیا جائے ۔ ہندی کے شعبہ کے سکریٹری مسٹر ادیت مصرا کی گرفتاری کے خلاف بھی احتجاج کیا گیا ۔

پاکستان

پاکستان میں ترقی پسند ادیبوں پر حکومت کا جو عتاب جاری ہے اوس کے سلسلہ میں کرنل اسلم خاں کو سرکاری ملازمت سے اس بنا پر علحیدہ کر دیا گیا کہ وہ ترقی پسند ادیبوں کی انجمن سے تعلق رکھتے تھے ۔

”ہماری زبان“ کے خریداروں کی آسانی کے لئے ہم وی۔ پی۔ کے ذریعہ سے چندہ وصول کرتے ہیں ' لیکن چندہ اتنا قلیل ہے کہ اوس کے وی۔ پی۔ سے وصول کرنے میں دفتر پر غیر ضروری اخراجات عاید ہوتے ہیں ۔ لہذا بہتر ہوگا کہ خریداران اپنا چندہ بذریعہ منی آرڈر روانہ فرمائیں ۔

ضلع بلیا

ہمدردی کتب خانہ ، موضع بھیڑی ضلع بلیا کے عہدہ داروں کا نیا انتخاب ہوا ۔ صدر محمد حنیف خاں صاحب اور محمد اسمٰعیل خاں ۔ سکرٹری چنے گئے ۔ کتب خانہ میں متعدد روزانہ اخبار اور رسالے منگائے جاتے ہیں اور ۱۵۰ سو سے زیادہ اردو کی کتابیں ہیں ۔ کتب خانہ کے ممبروں کی تعداد ۹۰ ہے ۔

دلدار نگر

محمد حسن خاں صاحب قیصر اطلاع دیتے ہیں کہ :-

۲۸ جنوری سنہ ۱۹۵۰ع کو گاندھی میموریل انٹر کالج دلدار نگر کی طرف سے مشاعرہ ہوا ۔ بیرونی شعرائے کرام کے علاوہ مقامی شعرائے نے بھی اپنا کلام سنایا ۔

دهلی

جشن جمہوریت کے سلسلے میں ۵ فروری سنہ ۱۹۵۰ع کی رات میں کل ہند مشاعرہ ہوا جس کی صدارت پنڈت برج موہن دتاتریہ کیفی صاحب نے فرمای ۔ داغ مرحوم کے جانشین حضرت بے خود دهلوی نے بھی اپنی پیرانہ سالی کے باوجود شرکت فرمای ۔ بہادر شاہ کے بعد یہ پہلا مشاعرہ ہے جو لال قلعہ میں منعقد کیا گیا تھا ۔ (نامہ نگار)

محفل ادب بلی ماران دهلی کا طرحی مشاعرہ ۱۱ فروری کو بصدارت منشی گوپی ناتھ امن لکھنوی منعقد ہوا ۔

لکھنؤ

۱۶ اپریل کو گنگا پرشاد میموریل ہال میں نیشنلسٹ یوتھ لیگ ایک مشاعرہ کا انتظام کر رہی ہے ۔ مشاعرہ کا انتظامی دفتر عبدالرشید خاں صاحب قمر کے مکان واقع کٹرہ اعظم جنگ لکھنؤ میں قایم کیا گیا ہے ۔

گورکھپور

۲۷ جنوری سنہ ۱۹۵۰ع کی رات میں ادارۂ طلبائے قدیم انجمن اسلامیہ گورکھپور کا کا پہلا مشاعرہ جناب شفاعت احمد صاحب کی صدارت میں منعقد ہوا ۔

خوش ذوق اصحاب نے کافی تعداد میں شرکت فرمای ۔ "اردو کا مستقبل" کے عنوان سے عبدالاحد صاحب معظم آبادی نے اپنا مضمون پڑھکر سنایا ۔ (نامہ نگار)

میسور

انجمن اشاعت اردو کے معتمد تمای صاحب اطلاع دیتے ہیں کہ انجمن اپنے کام میں مصروف ہے ۔ ممبروں سے کوئی فیس نہیں لی جاتی ۔ کتابوں کی اشاعت کا بھی انتظام کیا جاتا ہے ۔ انجمن کے صدر ہم ۔ سعید احمد صاحب (علیگ) ہیں ۔

بنارس

۱۲ مارچ کو انجمن ترقی اردو بنارس نے زیر سرپرستی مولوی مہیش پرشاد صاحب "یوم غالب" منانے کا انتظام کیا ہے ۔ ڈاکٹر عبدالستار صدیقی سے درخواست کی گئی ہے کہ وہ جلسہ کی صدارت قبول فرمائیں ۔

کامٹی

رفیق انصاری صاحب نائب ناظم اطلاع دیتے ہیں کہ :-

۱۲ فروری سنہ ۱۹۵۰ع کو کامٹی کے نوجوان ادبا ۔ شعرا اور اهل ذوق کا ایک جلسہ زیر صدارت جناب ظہیر افروز صاحب منعقد ہوا ۔ جناب صدر نے اپنی افتتاحی تقریر میں انجمن ترقی اردو کے قیام کی غرض وغایت بیان کی ۔ اس کے بعد رفیق انصاری صاحب نے انجمن ترقی اردو کے قیام پر زور دیا اس کے بعد بالاتفاق رائے جناب جلیل عرشی صاحب وائس پریسیڈنٹ میونسپل کمیٹی کامٹی صدر منتخب ہوئے اور ظہیر افروز صاحب سکرٹری ۔ ممبران مجلس انتظامیہ کا انتخاب بھی عمل میں آیا ۔

یہ بھی طے پایا کہ ایک ادبی ماہنامہ زیر اہتمام انجمن ترقی اردو نکالا جائے ۔

chuunke aap ko is main dilchaspi maaluum hoti hai is liyai wuh iskim jo main nai banaai hai us ko aap ke paas bhejtaa hun; aap chaahain tau is ko shaae kardijiye, aur Anjuman chaahai tou is ki baabat ek kameti muqarrar karkai is par ghaur karsakti hai. Iskim yeh hai:

Bunyaadi Harf:—

ʿillat: a, e, i, o, u.

sahih: b, c (yaa ch) چ, d - د, f, g, h, j, k, l, m, n, p, q - ق, r, s, t - ت, w, x (yaa kh) خ, y, z.

Mushtaq Shaklen —

ʿillat: aa - آ, ai - اَے, au - اَو, e - اے, i - اِی, o - او, (jaisai angrezi lafz ounce main), uu - اُو.

sahih: ch (agar چ keliai "c" na rakkhi jaae), d - ڈ, gh - غ, h - ح, n - نون غنہ, r - ڑ, sh - ش, t - ٹ, kh (agar خ ke liyai "x" na rakkhaa jaae).

not: hamaari zabaan ki imlaa ko aur bhi ziyadah aasaan banaanai ke liyai yeh bihtar hogaa ke angrezi alfbe ki tarah ke kaipital harfon ko apni zabaan main riwaaj na dain balke agar maarfah ismon ke liyai kisi ʿalaamat ki zururat samjhi jaae tau yeh kiyaa jaasaktaa zuruurat hai ke chhote hi harfon ko zaraa baraa karke likkhaayaa chaapaajaayaa kare. iski misaal hamen c C, j J, k K, o O, p P, s S, u U, v V, w W, x X, y Y, z Z sai milti hai,

Khudaa nai chaahaa tau kuchh din baad Indonishiyaa main Roman harfon ke riwaaj par "Hamaari zabaan" main ek mazmuun likhhungaa."

اب وقت اگیا ھے

کہ ہم اردو اور ہندستانی زبان کے ہمدردوں اور حامیوں سے دریافت کریں کہ اُن کے خیال میں انجمن کا مسلک کیا ہو۔ بعض دوستوں نے چند سوالات اٹھائے ہیں ۔ ہم اُن کے متعلق "ہماری زبان" کے پڑھنے والوں کے خیالات معلوم کرنا چاہتے ہیں ۔ جو سوالات اٹھائے گئے ہیں وہ یہ ہیں :-

(۱) کیا ہم زبان کو زیادہ آسان بنانے کی کوشش کریں اور فارسی اور عربی کے مشکل الفاظ اس میں سے خارج کرکے ہندی کے عام فہم الفاظ بھی حسب ضرورت داخل کریں؟

(۲) کیا انجمن کی کتابیں صرف اردو ہی میں چھاپی جائیں یا اپنی زبان کو زیادہ وسیع دایرے میں پھیلانے کے لئے اسکی بھی ضرورت ہے کہ انجمن کی کتابیں اردو کے علاوہ ہندی اور دوسری ملکی زبانوں میں بھی شایع کی جائیں۔

(۳) کیا وقت آگیا ہے کہ رومن رسم الخط کو زیادہ مقبول بنانے کی کوشش کی جائے۔

(۴) کیا انجمن کی مطبوعات کا دایرہ زیادہ تر قدیم ادب تک محدود رہے یا جدید ادب اور جدید علوم پر پہلے سے زیادہ توجہ کی جائے؟

ہماری زبان کے پڑھنے والے مختصر اور دو ٹوک جوابات عنایت کریں جو شایع کئے جائینگے۔ دلیل اور بحث کا سلسلہ شروع کرنے کی ابھی ضرورت نہیں ہے ۔

Professor Haroon Khan Sherwani apne aik maktoob mein likhte hain:—

"Yeh bari khushi ki baat hai ke aapnai akhbaar "Hamaari zabaan" nikaalnaa phir shuruuʿ kardiyaa hai, aur saath hi usmain kamo besh ek kaalam Roman likhaawat ke liyai waqf karte hain. Aap ko shaayad maaluum ho kai main kuchh mahinon sai apni zabaan ke liyai Roman likhaawat ke qaaide apni taur par banaane main masruuf huun, aur

بہ اہتمام سید اعجاز علی (علیگ) منیجر مسلم یونیورسٹی پریس علیگڈھ میں چھپا اور قاضی عبدالغفار صاحب پبلشر نے صدر دفتر انجمن ترقی اردو علیگڈھ سے شائع کیا ۔